

اپنی ذات کی اصلاح کے لیے ضروری ہے کہ امت کے امور کی فکر کی جائے

تحریر: مصعب عمیر، پاکستان

جب رجب 1342 ہجری میں خلافت کا انہدام ہوا تو اس کے بعد سے کچھ لوگ یہ دعویٰ کرتے آ رہے ہیں کہ ہمیں امت کی مصیبتوں پر آنکھیں بند، مظلوموں کی چیخ و پکار پر کان بند اور موجودہ حکمرانوں کے کھلی بے راہ روی اور اللہ کی حدود کی پامالی پر خاموش رہنا چاہیے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ تقویٰ کا تقاضا ہے کہ سیاست سے اجتناب کیا جائے اور اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ دی جائے اور حفظِ قرآن، تہجد کی پابندی، عمرہ کی ادائیگی، صدقہ و خیرات اور اس جیسے دیگر انفرادی اعمال کی رغبت اختیار کی جائے۔ لیکن اس قسم کا موقف اور طرزِ عمل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں نجات کے حصول کا طریقہ کار نہیں ہے۔ ہر گز نہیں، یہ کسی بھی طرح سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے اور خود کو آخرت میں جہنم کے عذاب کا حقدار بنانے کا باعث ہے۔ اپنی ذات کی اصلاح کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ آپ ایسی زندگی گزارنے لگیں کہ جیسے کسی جزیرے میں رہ رہے ہیں اور خود کو امت کی صورت حال اور معاملات سے لا تعلق کر لیں۔

اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ دیتے وقت ہمیں رسول اللہ ﷺ کے غار کے ساتھی، اس دنیا میں آپ ﷺ کے وزیر حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نصیحت پر غور کرنا چاہیے جن کے متعلق امام علیؓ نے فرمایا تھا،

«خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ» رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر ابو بکر اور ابو بکر کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر عمر ہیں" (ابن ماجہ)۔

ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا: "اے لوگو! تم اس آیت کی تلاوت کرتے ہو

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ)

"اے ایمان والو! اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہ راست پر ہو" (المائدہ: 105)،

لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں اور اسے نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب کو سزا دے" (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)۔ لہذا ابو بکر صدیقؓ نے آیت کی غلط تشریح کو مسترد کیا جسے تنہائی اختیار کرنے اور ظالموں کے مظالم کو نظر انداز کرنے کے لیے دلیل بنایا جاتا تھا۔ ایک متقی شخص خیر و بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور حکمران کے احتساب کے لیے تگ و دو کرتا ہے۔ یہی شخص سیدھی راہ پر ہے، اور جو اس کی بات پر کان نہیں دھرتے تو وہ اسے کسی صورت نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ سننے والے ہی غلطی پر رہتے ہیں۔ لہذا یہ تقویٰ کی نشانی نہیں نہ ہی یہ اپنی ذات کی اصلاح ہے کہ خلافت کی عدم موجودگی اور مسلم دنیا کے حکمرانوں کی طرف سے مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ گھ جھڑ کو نظر انداز کر دیا جائے اور مظلوم مسلمانوں کی پکار کا جواب دینے سے غفلت برتی جائے۔ صدقات میں اضافہ یا بار بار عمرے حکمران کے محاسبے اور خلافت کے دوبارہ قیام کی ذمہ داری کا متبادل نہیں ہو سکتے۔

اپنی ذات کی اصلاح کی کوشش کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خود کو اسلام کے نظاموں پر گفتگو کرنے اور امت کے امور سے لا تعلق کر لیا جائے اور اس کا جواز یہ دیا جائے کہ ہم فتنے سے بچ رہے ہیں۔ آئیں ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے خطاب کا جائزہ لیں جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا،

(وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً)

"اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں سے گنہگار ہیں" (الانفال: 25)۔

یہ آیت بیان کر رہی ہے کہ فتنے کا شکار صرف گناہ گار اور شیطانی کام کرنے والے ہی نہ ہوں گے بلکہ اس کا شکار باقی لوگ بھی ہوں گے اگر وہ گناہ گار و کئے کی کوشش نہیں کرتے۔ جیسا کہ امام احمد نے بیان کیا کہ مطرف نے کہا "ہم نے زبیرؓ سے پوچھا: اے ابو عبد اللہ کیا مقصد آپ کو یہاں (جنگ جمل کے لیے) لے آیا ہے؟ آپ نے خلیفہ (عثمانؓ) کو تنہا چھوڑ دیا تھا جنہیں قتل کر دیا گیا اور اب آپ ان کے خون کا بدلہ لینے کا مطالبہ لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے وقت یہ تلاوت کیا کرتے تھے

(وَ اتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً)

اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں گنہگار ہیں، ہمیں اس بات کا گمان نہیں تھا کہ یہ آیت ہمارے ہی متعلق ہے جب تک کہ یہ فتنہ ہم تک پہنچ نہیں گیا۔“

اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت خصوصی طور پر رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے متعلق ہے پھر فرمایا کہ اللہ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے درمیان بدی کو پھیلنے سے روکیں تاکہ اللہ انہیں فتنے میں مبتلا نہ کر دیں۔ امام احمد نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زوجہ ام سلمہؓ نے فرمایا کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

«إِذَا ظَهَرَتِ الْمَعَاصِي فِي أُمَّتِي، عَمَّهِنَّ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ»

اگر گناہ میری امت میں پھیل گئے تو اللہ انہیں سزا کے گھیرے میں لے لے گا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ان کے درمیان اس وقت نیک لوگ موجود ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: ان کا کیا ہو گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

«يُصِيبُهُمْ مَا أَصَابَ النَّاسَ، ثُمَّ يَصِيرُونَ إِلَى مَغْفِرَةِ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ»

وہ بھی لوگوں کے ساتھ مصائب کا شکار ہوں گے لیکن انہیں اللہ سے معافی اور اس کی رضائل جائے گی۔ امام احمد نے بیان کیا کہ جریرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيهِمْ بِالْمَعَاصِي، هُمْ أَعَزُّ وَأَكْثَرُ مِمَّنْ يَعْمَلُ بِهِ، ثُمَّ لَا يُغَيِّرُونَهُ إِلَّا أَصَابَهُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ»

"کوئی بھی ایسے لوگ کہ جن کے درمیان گناہ کیے جائیں جبکہ وہ گناہ کرنے والے لوگوں سے زیادہ طاقتور اور تعداد میں بھی زیادہ ہوں لیکن اس کے باوجود وہ انہیں روکنے کی کوشش نہ کریں، تو اللہ ان تمام لوگوں کو عذاب میں گھیر لے گا۔"

تو کوئی یہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ وہ حکمران کے گناہوں پر خاموشی اختیار کر کے فتنے سے بچ رہا ہے؟ وہ کیسے اس گفتگو کو کمتر سمجھ سکتا ہے اور اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتا ہے جو امت کے مسائل اور حکمرانوں کی غداریوں اور ان مسائل کے حل کے متعلق ہو جبکہ اس کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ اس میں شریک ہو اور اس سے فائدہ حاصل کرے؟ وہ لوگ سیدھی راہ پر ہیں جو حق کے لیے کھڑے ہوتے ہیں چاہے اس کی وجہ سے انہیں آج کے حکمرانوں کے ظلم و جبر کا سامنا کرنا پڑے۔

ہم کیسے اپنے اعمال کو صرف امت کے لیے دعاؤں تک محدود کر سکتے ہیں اور بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے سے خود کو روک سکتے ہیں جبکہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خبردار کیا ہے کہ ایسی خالی خوبی دعائیں قبول نہ ہوں گی؟ امام احمد نے حذیفہ بن یمانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَتَأْمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، أَوْ لِيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ، ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ»

"اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم ضرور بالضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے ورنہ خطرہ ہے کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب نازل کر دے پھر تم اسے پکارو لیکن وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے۔"

امام احمد نے ابو الرقاد سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: "میں نے حذیفہؓ کو کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کے وقت میں کوئی شخص ایک لفظ کہتا اور اس لفظ کی بنا پر منافق بن جاتا۔ جبکہ اس قسم کے الفاظ اب میں تم میں سے کسی کے منہ سے ایک ہی محفل میں چار بار سنتا ہوں۔ بے شک تم نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو اور اچھے اعمال کرنے کے لیے ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرو ورنہ اللہ تمہیں عذاب سے گھیر لیس گے یا تمہارے شریر لوگوں کو تمہارے پر رہنما بنا دیں گے۔ پھر تمہارے درمیان موجود متقی لوگ دعائیں کریں گے لیکن ان کی دعائیں قبول نہ کی جائیں گی۔" تو ایک ایسے وقت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے جب ہمارے میں سے بدترین لوگ ہم پر حکمرانی کر رہے ہیں اور کوئی خلافت نہیں ہے کہ جہاں اسلام کو مکمل طور پر نافذ کیا جا رہا ہو؟

کیا ہم حکمرانوں کے گناہوں کو نظر انداز کر دیں کہ ایسا کرنے سے ہم مشکلوں اور مصیبتوں سے بچیں رہیں گے، تو ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ امام احمد نے روایت کی ہے کہ نعمان بن بشیرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے خطاب فرمایا جس میں انہوں نے اپنی دو انگلیوں کو اپنے کانوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا

«مَثَلُ الْقَائِمِ عَلَى حُدُودِ اللَّهِ وَالْوَاقِعِ فِيهَا؛ كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهْمُوا عَلَى سَفِينَةٍ، فَأَصَابَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا، وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا، فَكَانَ الَّذِينَ فِي أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوا عَلَى مَنْ فَوْقَهُمْ، فَقَالُوا: لَوْ أَنَا حَرْقْنَا فِي نَصِيبِنَا حَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا، فَإِنْ يَتْرَكُوهُمْ وَمَا أَرَادُوا هَلْكَوا جَمِيعًا، وَإِنْ أَخَذُوا عَلَى أَيْدِيهِمْ نَجَّوْا وَنَجَّوْا جَمِيعًا»

"اللہ کی حد و پر قائم رہنے والوں اور ان کی خلاف ورزی کرنے والوں کی مثال ایسے لوگوں کی سی ہے جنہوں نے ایک کشتی کے سلسلے میں قرعہ ڈالا، جس کے نتیجے میں بعض لوگوں کو کشتی کی اوپری منزل میں جگہ ملی اور بعض کو پچھلی منزل میں۔ پس جو لوگ نیچے والے تھے، انہیں (دریاسے) پانی لینے کے لیے اوپر والوں کے پاس سے گزرنا پڑتا۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم اپنے ہی حصہ میں ایک سوراخ کر لیں تاکہ اوپر والوں کو ہم سے کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اب اگر اوپر والے نیچے والوں کو ایسا (کشتی میں سوراخ) کرنے دیں گے تو اوپر اور نیچے والے سب ہلاک ہو جائیں گے اور اگر اوپر والے نیچے والوں کا ہاتھ روک لیں گے تو یہ خود بھی بچیں گے اور ساری کشتی بھی بچ جائے گی۔"

تو کیا ہمیں لازماً ان لوگوں کے خلاف آواز بلند نہیں کرنی چاہیے جنہوں نے پوری مسلم دنیا کو ذلت و رسوائی کے سمندر میں ڈبو دیا ہے جبکہ یہ امت ہر طرح کے وسائل سے مالا مال ہے؟ یقیناً اپنی ذات کی اصلاح ایسے ہوگی کہ امت کے اجتماعی امور میں خود کو مکمل طور پر مصروف کیا جائے اور اس دوران پورے اخلاص کے ساتھ ڈھیروں انفرادی عبادات کے ذریعے اللہ کا قرب تلاش کیا جائے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک عمل کیا جائے اور دوسرا چھوڑ دیا جائے یا یہ کہ جب ایک عمل پوری طرح ادا ہو جائے گا تو تب ہی دوسرا عمل کیا جائے گا بلکہ ان دونوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

تو خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ صدقات دیں اور اس کے ساتھ ساتھ خلافت کے قیام کے لیے پورے اخلاص کے ساتھ جدوجہد کریں یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان اللہ کے نظام عدل کا نفاذ ہو جائے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا

(وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ)

"اور جو دے سکتے ہیں دیتے ہیں اور ان کے دل ڈرتے رہتے ہیں (کہ نہ جانے اللہ نے ان کا یہ عمل قبول کیا ہو گا یا نہیں) کیونکہ انہیں یقین ہے کہ ان کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔" (المؤمنون: 60)۔

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

«كُلُّ سَلَامَىٰ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ: تَعْدِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ صَدَقَةٌ»

"ہر آدمی کے ایک ایک جوڑ پر صدقہ واجب ہے، اور ہر روز کہ جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اس شخص کو اجر ملتا ہے جو دو آدمیوں میں بھی انصاف کرتا ہے" (بخاری)۔

خلافت کی دعوت کے علمبرداروں کو چاہیے کہ وہ گناہوں کی مغفرت کے لیے تہجد کی نماز میں باقاعدگی کریں اور ساتھ ہی حکمرانوں کے گناہوں پر خاموشی اختیار کرنے کے گناہ سے بچیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:

(تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا)

"ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں (اور) وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں" (السجدة: 16)۔

اور فرمایا،

(كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ * وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ)

"وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سوتے تھے اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے تھے" (الذاریات: 17-18)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ الْخَاصَّةِ حَتَّىٰ يَرَوْا الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانِيهِمْ وَهُمْ قَادِرُونَ عَلَىٰ أَنْ يُنْكِرُوهُ فَلَا يُنْكِرُوهُ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَذَّبَ اللَّهُ الْخَاصَّةَ وَالْعَامَّةَ»

"اللہ عوام الناس کو چند خاص لوگوں کے (برے اعمال کے) باعث سزا نہیں دیتا سوائے کہ وہ اپنے درمیان برائی ہوتی دیکھیں اور وہ اسے روکنے کے قابل ہوں لیکن اسے نہ روکیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اللہ خاص لوگوں اور عوام الناس دونوں کو سزا دے گا" (احمد)۔

یہ ٹھیک ہے کہ آرمی افسران قرآن کے حافظ بنیں کیونکہ قرآن کا حفظ کرنا قیامت کے دن دس رشتہ داروں کی شفاعت کا باعث ہوگا لیکن اسکے ساتھ ساتھ وہ کشمیر، افغانستان، برما اور فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے شہادت کے حصول کی تمنا بھی کریں جو روز قیامت ستر رشتہ داروں کی سفارش کا باعث ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

«مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ، وَحَفِظَهُ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ، وَشَفَعَهُ فِي عَشْرَةِ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ كُلُّهُمْ قَدْ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ»

"جس نے قرآن پڑھا اور اسے یاد کیا، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، اور اس کے اہل خانہ میں سے دس ایسے افراد کے حق میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا جن پر جہنم واجب ہو چکی ہوگی" (ابن ماجہ)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا،

«لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللَّهِ سِتُّ خِصَالٍ يَغْفِرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دُفْعَةٍ مِنْ دَمِهِ وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَيَحُلِّي حُلَّةَ الْإِيمَانِ وَيَزُوجُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ إِنْسَانًا مِنْ أَقَارِبِهِ»

"اللہ کے ہاں شہید کے لیے چھ بھلائیاں ہیں (۱) خون کی پہلی ہی پھواری پر اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، اور جنت میں اس کو اپنا ٹھکانا نظر آجاتا ہے (۲) وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے (۳) وہ حشر کی بڑی گھبراہٹ سے مامون و بے خوف رہے گا (۴) اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جائے گا (۵) حورِ عین سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا (۶) اس کے عزیز و اقرباء میں سے ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جائے گی" (ابن ماجہ)۔

اور یہ ہونا چاہئے کہ آرمی افسران بار بار اللہ کے گھر عمرے کے لیے جائیں اور حج مبرور کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ تُكَفِّرُ مَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُورُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ»

"ایک عمرے کے بعد دوسرا عمرہ درمیان کے تمام گناہ مٹا دیتا ہے اور حج مقبول کا بدلہ جنت ہی ہے" (ترمذی)۔

اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں چاہئے کہ وہ جنت کی نعمتوں کے حصول کے لیے ان حکمرانوں کو ہٹائیں جنہوں نے انہیں باندھ رکھا ہے تاکہ وہ خلیفہ راشد کی قیادت میں جہاد کے لیے نکل سکیں کہ جو اعلیٰ ترین عمل ہے۔ کیونکہ ابو ذر سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا عمل سب سے بہتر ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِيمَانٌ بِاللَّهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ»

"اللہ پر ایمان لانا اور اللہ عزوجل کے راستے میں جہاد کرنا" (نسائی)۔

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے لیے تحریر کیا گیا

مصعب عمیر، پاکستان